

سُورَةُ هُودٍ

(آیات ۸۱—۸۳)

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْکَرِیْمِ۔۔۔

قَالُوا لِلّٰهِ الشُّکْرُ الرَّجِیْمُ ۝ یَسْمِیْ اللّٰهُ الرَّحْمٰنَ الرَّحِیْمَ ۝
 قَالُوا یٰلُوطُ اِنَّا رُسُلُ رَبِّکَ لَنْ یَّصْلُوْا اِلَیْکَ فَاَسْرِ
 بِاَهْلِکَ بِقَطِیْعٍ مِّنَ الْبَلَدِ وَلَا یَلْقَیْکَ مِنْکُمْ اَحَدٌ اِلَّا اَمْرًا تَکُ
 اِنَّہٗ مُصِیْبُہَا مَا اَصَابَهُمْ اِنْ مَّوْعِدَہُمْ الصُّبْحُ ۝ اَلْیَسَ
 الصُّبْحُ بِقَرِیْبٍ ۝ فَلَمَّا جَاءَ اَمْرُنَا جَعَلْنَا عَلَیْہَا سَافِلَہَا
 وَاَمْطَرْنَا عَلَیْہَا حِجَابًا ۝ مِّنْ سِجِّیْلِہٗ مُنْضَوْدَہٗ مُسَوِّمَہٗ
 عِنْدَ رَبِّکَ ۝ وَمَا هِیَ مِنَ الظَّالِمِیْنَ بِبَعِیْدٍ ۝

"فرشتوں نے کہا: اے لوط! ہم تو تیرے رب کے بھیجے ہوئے ہیں۔ یہ لوگ ہرگز
 تم پر دست درازی نہ کر سکیں گے، پس تم کچھ رات رہے اپنے گھر والوں کو لے کر نکل جاؤ۔
 اور تم میں سے کوئی پلٹ کر نہ دیکھے، سوائے تمہاری بیوی کے، اس پر بھی وہی کچھ سنا ہے
 جو ان سب پر سنیئے والا ہے! ان کی طاقت صبح کے وقت طے ہے، کیا صبح آیا ہی نہیں
 چاہتی ہے۔۔۔ پس جب آپہنچا جارا حکم تو ہم نے اس بستی کو الٹ کر رکھ دیا اور اس
 پر پتھر کی بارش کی، تہہ در تہہ اور تیرے رب کے پاس سے نشان زدہ، اور وہ ان
 ظالموں سے بھی ہرگز دور نہیں! —

گزشتہ درس کا اختتام حضرت لوط علیہ السلام کے ان حد درجہ یاس آمیز الفاظ پر ہوا تھا

کہ: "لَوْ اَنَّ لِي بِكُمْ قُوَّةٌ اَوْ اَوَىٰ اِلَىٰ رُكْنٍ شَدِيدٍ" — سورہ ہود کے متصلاً بعد سورہ یوسف ہے اور اس کے آخر میں بھی اس کیفیت کا نقشہ ایک عمومی قاعدے کے طور پر کھینچا گیا ہے کہ "مُحٰثِي اِذَا اسْتَفْتٰى الرَّسُلَ...." یعنی جب رسول اپنی قوم کی جانب سے بالکل مایوس ہو جاتے ہیں تب اللہ کی آمد پہنچتی ہے: "فَتُخَوِّفُ مَنْ تَشَاءُ وَلَا يَرُدُّ بَأْسُنَا عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِيْنَ"۔ پھر نجات دی گئی جسے ہم نے چاہا، اور نہیں ٹوٹایا جاسکتا ہمارا عذاب مجرم لوگوں سے! حضرت لوط علیہ السلام کے پاس بھی اللہ کے فرشتے اسی قانون خداوندی کے تحت پہنچے تھے لیکن انسانی شکل میں ہونے کے باعث آنجناب انہیں پہچان نہ سکے اور وہ صورت پیش آئی جو آیات ۷۷ تا ۸۰ میں بیان ہو چکی ہے۔ واضح رہے کہ بعینہ یہی معاملہ اس سے قبل حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ پیش آیا تھا۔ یہاں بھی ان ہی فرشتوں کو عام مہمان اور معمولی انسان سمجھ کر معاملہ کر چکے تھے۔ اور ٹھیک یہی معاملہ حدیث جبرئیلؑ کی بعض روایات کی روش سے ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بھی پیش آیا۔ کہ جب حضرت جبرئیلؑ انسانی صورت میں آکر گفتگو کر کے چلے گئے تب آپؐ نے فرمایا "رُدُّوْهُ اِلَیَّ" یعنی "انہیں میرے پاس واپس لاؤ!" اور جب تلاش بیاہر کے باوجود ان کا کوئی سراغ نہ مل سکا تو آپؐ نے فرمایا: "اچھا! یہ جبرئیلؑ تھے۔ اور یہ پہلی بار ہے کہ میں انہیں پہچان نہیں سکا!"

بہر حال جب معاملہ یہاں تک پہنچ گیا تو فرشتوں نے اپنی حقیقت کو ظاہر کر دیا کہ اے لوط! ہمیں انسان اور عام مہمان نہ سمجھ، ہم اللہ کے بھیجے ہوئے ہیں اور تم پوری طرح مطمئن رہو کہ یہ خلیفہ ہمارا یا تمہارا کچھ بگاڑنا تو درکنار تم تک پہنچ بھی نہ سکیں گے اس کے بعد فوری طور پر کیا صورت معاملہ پیش آئی اس کی تفصیل قرآن حکیم میں موجود نہیں ہے، لیکن بعض تفسیری روایات میں جو تفصیل آئی ہیں وہ صورت واقعہ سے پوری مطابقت رکھتی ہیں اور ہرگز نہ خلاف عقل ہیں نہ خلاف قیاس یعنی یہ کہ فرشتوں نے حضرت لوطؑ اور ان کے اہل خانہ کو تو گھر کے اندر کی جانب بھیج دیا اور اپنے بازو کو زراں لٹوڑوں کی جانب لہرایا جس کے باعث وہ سب کے سب دفعہ اندھے ہو گئے اور لرزاں و ترساں راہ فرار اختیار کر گئے۔ اس کے بعد جیسا کہ آیات زیر درس میں صراحت کے ساتھ مذکور ہے 'فرشتوں نے اللہ تعالیٰ کا حکم حضرت لوطؑ کو وضاحت کے ساتھ پہنچایا کہ اس قوم پر عذاب استیصال کا وقت آپہنچا

ہے اور ان کی ہلاکت کے لیے صبح کا وقت مقرر ہے جو اب طلوع ہوا ہی چاہتی ہے، لہذا تم جلدی کرو اور اپنے اہل و عیال سمیت صبح ہونے سے پہلے پہلے اس بستی سے دور نکل جاؤ۔ اور خبردار! تم میں سے کوئی اس بستی کی جانب پلٹ کر بھی نہ دیکھے!۔۔۔ اس کے دو مفہوم ممکن ہیں: ایک یہ کہ عذاب آتا ہو لٹاک ہو گا کہ کوئی انسان اس کو دیکھنے کی تاب بھی نہ لاسکے گا اور دوسرے یہ کہ اس گندی بستی اور اس کے ضلیث رہنے والوں کی جانب کوئی ادنیٰ سامیلاں بھی غیرتِ الہی کو گوارا نہیں ہے۔

ساتھ ہی فرشتوں نے یہ بھی واضح کر دیا کہ حضرت ٹوٹ کی بیوی عذابِ الہی سے مستثنیٰ نہیں ہے اور اس کا انجام بھی وہی ہونا ہے جو اس پوری بستی کا، اس لیے کہ وہ غالباً سچی بھی اُسی قوم سے اور اس کا سارا جھکاؤ بھی ان ہی کے جانب تھا۔ حضرت ٹوٹ کی بیوی کے بارے میں تو یہ صراحت قرآن مجید میں ملے ہوئے ہے ہی، سورۃ التحریم سے معلوم ہوتا ہے کہ بعینہ ہی معاملہ حضرت فوج علیہ السلام کی ایک بیوی کے ساتھ بھی ہوا۔ وہاں ان دونوں جلیل القدر پیغمبروں کی بد نصیب بیویوں کا ذکر ایک ساتھ آیا ہے اور صراحت فرمادی گئی ہے کہ ”فَلَمَّا يَفْعِلَا عَنْهُمَا مِنَ اللَّهِ شَيْئًا وَقِيلَ ادْخُلَا النَّارَ مَعَ الدَّاخِلِينَ“ کہ وہ دونوں جلیل القدر پیغمبر اپنی بیویوں کو عذابِ الہی سے بچا نہ سکے اور دونوں کے حق میں حکمِ الہی صادر ہو گیا کہ داخل ہو جاؤ آگ میں داخل ہونے والوں کے ساتھ۔ گویا نہ صرف یہ کہ یہ دونوں اس دنیا میں عذابِ امتیصال سے دوچار ہونے کے معاملے میں اپنی قوم کے ساتھ رہیں بلکہ آخرت میں عذابِ جہنم میں بھی اپنی قوم کے ساتھ ہی مبتلا ہوں گی۔ گویا ہر انسان اللہ کے یہاں اپنے ہی کیے کی جزا یا سزا پائے گا کسی دوسرے کی بزرگی یا نیکی اس کے کام نہ آئے گی خواہ وہ نبی اور رسول ہی کیوں نہ ہوں۔

آیات ۸۲، ۸۳ میں عذابِ الہی کا جو نقشہ کھینچا گیا ہے وہ واقعہ نہایت ہولناک ہے۔ یعنی یہ کہ اس بدکار قوم کی بستیوں پر آسمان سے پتھروں کی بارش ہوتی جو مسلسل بھی رہی اور وقفے وقفے سے بھی یعنی تہہ بہ تہہ نتیجہ عمارتیں ڈھکے گئیں، ان کی بلندیاں نیچے آریں، اور تمام بستیاں اور ان میں بسنے والے تمام لوگ نیست و نابود اور نیا منیا ہو کر رہ گئے۔

واضح رہے کہ یہ بستیاں جن کا اب نام و نشان بھی مٹ چکا ہے، غالباً بحیرہ مردار کے جنوبی

ساحل پر آباد تھیں۔ ان کا مقام سدوم تھا اور دوسرا بڑا شہر عامورہ تھا۔ ان کے علاوہ چند بڑے شہر اور بھی تھے اور ان کا درمیانی پورا علاقہ نہایت سبز و شاداب تھا۔ گویا ہر طرف باغ ہی باغ نظر آتے تھے۔ مذکورہ عذاب الہی جو آسمان سے نازل ہوا تھا اس کے بعد غالباً کوئی زلزلہ وغیرہ بھی آیا جس نے ان بستیوں کے آثار کو بھی بحیرہ مراریا بحیرہ لوط میں غرق کر دیا۔ ”مَسْؤْمَةٌ عِنْدَ رَبِّكَ“ کے بھی دو معنی ہو سکتے ہیں: ایک یہ کہ یہ عام پتھر تھے بلکہ خاص اسی مقصد کے لیے بنائے اور نشان زدہ کیے گئے تھے اور دوسرے یہ کہ ہر پتھر جس ظالم کی ہلاکت کا ذریعہ بننے والا تھا اس پر گویا اس کا نام پہلے سے کندہ موجود تھا۔

اسی طرح آخری ٹیٹھڑے یعنی ”وَمَا هِيَ مِنَ الظَّالِمِينَ بِبَعِيدَةٍ“ کے بھی کسی مفہوم ممکن ہیں۔ ایک یہ کہ یہی ان کی ضمیر پتھروں کی جانب راجع مانی جاتے۔ اور معنی یہ مراد ہوں کہ اللہ کو ان کی ہلاکت کے لیے یہ پتھر کہیں دُور سے نہیں لاسنے پڑے بلکہ وہ ان کے آس پاس ہی سے اٹھالیے گئے تھے، دوسرے یہ کہ یہی کے مراد وہ بستیوں ہیں جو اس عذاب کا لالہ بنیں اور الظالمین سے مراد قریش ہوں جن کو یہ داستان سنائی جا رہی تھی۔ اور جو انکار و اعراض کی اس روش پر چل رہے تھے جس پر سابقہ معذب قومیں چلی تھیں۔ اور مراد قریش کو اس جانب متوجہ کرنا ہو کہ یہ واقعات کہیں دُور دراز مقامات پر پیش نہیں آئے تہا رے قریب جو اسی میں پیش آئے ہیں تو چاہیے کہ تم ان سے عبرت پکڑو۔ اور تیسرے یہ کہ یہی میں اشارہ ان پتھروں ہی کی جانب ہو اور قریش کو دھمکی دی جا رہی ہو کہ عذاب الہی کے یہ پتھر تم سے بھی دُور نہیں ہیں بلکہ گویا تمہارے سروں پر سایہ کیے ہوئے ہیں! — یہ آخری بات اس لیے راجح معلوم ہوتی ہے کہ قرآن میں ان حالات و واقعات کا تذکرہ ظاہر ہے کہ داستان سرلئی کے لیے نہیں ہے بلکہ ان کا تمام تر مقصد انذار و تحویل ہے۔ چنانچہ اس سورہ مبارکہ کے آخر میں ”انْ أَنْبَأُ الْرُّسُلَ“ کے بیان کا مقصد یہی بیان کیا گیا ہے کہ ان سے ایک جانب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھی صحابہ کرامؓ کے دلوں کو ڈھارس بندھے اور تقویت حاصل ہو اور دوسری جانب اہل کفر و شرک کو یہ تنبیہ ہو جائے کہ ”اعْلَوْا عَلَى مَكَاتِحِهِمْ إِنْ أَبْعَدُوا عَنْكُمْ“ یعنی ہم اپنا کام کیے چلے جا رہے ہیں، تم بھی جتنا زور لگا سکتے ہو لگا لو۔ بالآخر کچھ خداوندی سے وہی کچھ ہوگا جو ہوتا آیا ہے۔ یعنی نجات و کامیابی اور فوز و فلاح رسولوں اور ان پر ایمان لانے والوں کا حصہ قرار پائے گی اور دُور ہی ہلاکت و تباہی اور اُخروی عذاب کا فروں کا مقدر بن کر رہے گا۔

وَالْخُرُوجُ عَوَانِ الْإِمَامِ مُحَمَّدٍ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۝